ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

رابعہ الربا ؔکے افسانوں کا جائزہ

سعدیہ ثناءاللہ
ایم۔فل اُردو،لاہور لیڈز یونیورسٹی،لاہور
وسیم ارشد
اسسٹنٹ لیکچرار،شعبہ اُردو،لاہور گیریژن یونیورسٹی،لاہور

Abstract:

Rabia al-Rabba is one of the unique fiction writers of the 21st century. Rabia is a versatile and versatile writer. Whose three fiction collections "Raat ki Rani", "Jagno ke des mein", "Aghee ke Jagno", a collection of letters "Dervishon Ka Dera" and two volumes of the encyclopedia "Urdu Afsana Afda Akhtar Mein" have been published. She has received a lot of appreciation from literary readers for her unique and untouched style. Rabia has also been awarded the "All Pakistan Medal". Rabia is a brave and courageous woman. In this article, their legends will be briefly reviewed.

Keyword:

رابعہ الربا،رات کی رانی، جگنو،جیاانجم، جزئیات،منظر نگاری

ادب اور فنون لطیفہ زندگی کے عکاس و ترجمان ہوتے ہیں۔کسی بھی دور کا ادب انسان،کائنات اور خدا کی تثلیث کے علاوہ مذہب اخلاق اور سماج کا احاطہ بھی کرتا ہے۔ ادب ہر دور،نئے رجحان،نئی سوچ اور طرزِ فکر کا غماز ہوتا ہے۔اپنے احساسات اور جذبات دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ ادب ہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو سرمدی صلاحیتیں ودیعت کی ہیں ان کا تحریری شکل میں اظہار ''ادب'' کہلاتا ہے۔کوئی بھی ادیب یا شاعر اپنے احساسات و جذبات اور بنیادی فکر کا اظہار ادب کے ذریعے ہی کرتا ہے اور اس اظہار کے لیے وہ مختلف اصنافِ ادب کا سہارا لیتا ہے۔کوئی اپنے جذبات کے کتھارسس کے لیے شاعری کو وسیلہ بناتا ہے تو کوئی ادب کو۔بلاشبہ اُردو کی مختلف اصناف میں سے افسانے کو شاعری کے بعد بہت اہمیت رہی ہے۔اس کا بنیادی سبب انسان کا کہانی سے فطری لگاؤ ہے جس کی وجہ سے بہت زیادہ افسانوی ادب تخلیق کیا گیا اور جاری و ساری ہے۔

اُردو کے مختلف ادیب اپنے اُسلوبِ بیاں،اپنی تکنیک اور اپنے موضوع کے حوالے سے اپنی منفرد پہچان رکھتے ہیں۔انھی نامور ادبا میں ایک نام رابعہ الربا کا ہے۔رابعہ الربا ؔ کا شمار اکیسویں صدی کے منفرد افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔رابعہ الربا ایک ہمہ جہت اور ہمہ وقت لکھنے والی ادیب ہیں۔جن کے تین افسانوی مجموعے ''رات کی رانی''،''جگنوؤں کے دیس میں''،''آگہی کے جگنو''،خطوط کا مجموعہ ''درویشوں کا ڈیرا'' اور انسائیکلوپیڈیا ''اُردو افسانہ عہد حاضر میں'' کی دو جلدیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔اپنے منفرد اور اچھوتے اُسلوب سے ادبی قارئین سے بہت زیادہ داد وصول کر چکی ہیں۔بنا بریں رابعہ کو ''آل پاکستان میڈل'' کے انعام سے بھی نوازا جا چکا ہے۔رابعہ ایک بہادر اور دلیر عورت ہیں۔جیا انجم کی رائے ملاحظہ فرمائیں:

> ''اتنے برسوں میں،میں نے دیکھا کہ جن موقعوں پر لڑکیاں ڈرتی ہیں وہ کبھی نہیں ڈری۔وہ دلیر اور پر اعتماد رہتی۔اگرچہ وہ بونگی تھی یا ہمیں لگتی تھی یہ بھی نہیں دیکھا کہ جہاں لڑکیاں جذبات کے دھاروں میں بہہ کر بے خوف ہو جاتی ہیں لیکن وہ ساکت اور مزید مضبوط ہو جاتی۔اس مضبوطی کے پیچھے کیا تھا وہ زبان پر کبھی نہیں لائی۔''(۱)

رابعہ الربا ؔکے افسانوں کے فنی جہات کا اگر جائزہ لیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں تشبیہات کا استعمال، تلمیحات، فلیش بیک کا استعمال،مکالمہ کا عنصر، حقیقت نگاری،دلچسپ معلومات،خود کلامی اور ہم کلامی کی تکنیک،ہجوم کی گفتگو کی تکنیک،مسلسل تبصرہ کی تکنیک،مقامی الفاظ کا استعمال،اشعار کا بر محل استعمال، سلیس نگاری اور رومانیت نگاری جیسی

خصوصیات پائی جاتی ہیں ۔ان کے افسانوں میں کہیں بھی بناوٹ کا گمان نہیں ہوتا یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ سیدھے سادھے انداز میں کوئی کہانی یا کوئی واقعہ سنا رہی ہیں۔ان کا فن بالکل غیر محسوس طور پر ان کے افسانوں میں کام کرتا ہے اسی میں ان کی عظمت کا راز پوشیدہ ہے وہ لکھتی ہیں:

''اس سے قید یوسف بہتر جس سے تن کے در کھل جائیں اور من پیاسا رہ جائے تن سے من اور من سے تن کا سودا گھاٹے کا سودا ہے۔''(۲)

منظر نگاری/ جزئیات نگاری افسانہ کا اہم حصہ ہیں۔اس سے افسانے کی دلکشی اور اثر پذیری میں اضافہ ہوتا ہے۔منظر نگاری، جزئیات نگاری افسانے کے لیے ضروری عناصر قرار دیے جاتے ہیں۔یہ پلاٹ اور کردار کی ایسی درمیانی کڑیاں ہیں جو تمام واقعات کے تانوں بانوں کو یکجا کرتی ہیں۔ماحول کے تحت کہانی کے گردو پیش کے مناظر مقام کی جغرافیائی خصوصیات اور مکان کے ساز و سامان آتے ہیں۔فن کار کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ماحول کی تصویر اس طرح کھینچے کے قارئین کی نظروں کے سامنے فضا اُبھر آئے جو وہ پیش کرنا چاہتا ہے۔

رابعہ کو منظر نگاری میں کمال حاصل ہے کیوں کہ دوسرے افسانہ نگاروں کی طرح انھوں نے اپنے افسانوں میں منظر نگاری پر خاص توجہ دی ہے۔بعض اوقات توان کا افسانہ منظر پہ ہی تشکیل پاتا ہے۔وہ منظر نگاری میں اپنی قوتِ تخیل اور مشاہدے سے کام لے کر خوب صورت طریقے سے جزئیات نگاری کرتی ہیں۔ماحول اور فضا بھی افسانے کے اہم عناصر ہیں یہ پلاٹ اور کردار کے درمیان ایک اہم سنگ میل ہے جس کی وجہ سے واقعات کے تانے بانے یکجا ہوتے ہیں۔ماحول کے تحت کہانی کے اندر گردو پیش کے واقعات مناظر کی جغرافیائی خصوصیات اور اُن کے ساز و سامان شامل ہیں۔مثال ملاحظہ فرمائیں:

''جیسے جیسے جہاز فضاؤں سے لڑ رہا تھا۔میرے جسم کا ہر ہر حصہ دل کی طرح تلاطم خیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔آخر یہ جہاز بھی لینڈ کر گیا۔نامعلوم کون کون لینے آیا تھا؟ کب کیا ہوا؟ بس سب کچھ دھڑک رہا تھا۔بہت تیز تیز وہ گاڑی مجھے بھی جو مجھے ان کے سامنے لے کر جا رہی تھی۔کچھ دیر بعد وہ گاڑی رکی اور میں دھڑکتے بدن سے لرزتے قدم اُٹھاتا چند ساعتوں میں ان کے سامنے تھا۔میرا ساتھ ساتھ جس کے وجود کا میں حصہ تھا، پوری شان و شوکت سے میرے سامنے موجود تھا۔میں ان سے لپٹ کر رویا......بہت رویا......!

اس کے بعد جب مجھے ذرا ہوش ایا تو ایک اواز چاروں اور گونج رہی تھی۔''(۳)

بین السطور کہانی میں ڈوبتا ابھرتا تجسس قاری کے اندر مطالعے کی چٹنہ یک کو خوب پروان چڑھاتا ہے۔افسانہ نگاری میں ''جُزئیات نگاری'' بڑی کام کی شے ہے۔اس کے دو اہم مقاصد ہیں:

1۔ ایک تو فضا اور ماحول کی تخلیق

2۔ منظر کو زندہ جاوید بنا دینا

جزئیات نگاری کسی بھی تحریر کا ایک خاص اور اہم جزو ہے۔اس سے مراد ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کا بیان کرنا یعنی اگر کسی کمرے میں بیٹھے کردار کی بات ہو رہی ہے تو اس کے کمرے میں موجود آس پاس کی اشیا کا ذکر کرنا یا کسی کا حلیہ بیان کرتے ہوئے چھوٹی سے چھوٹی چیز کا خیال رکھنا جزئیات نگاری سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ پہلو افسانوی تحریر کو اہم مقام عطا کرتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

رابعہ الربآؔ کو منظر کشی پر عبور حاصل ہے کیوں کہ دوسرے افسانہ نگاروں کی طرح انھوں نے بھی اپنے افسانوں میں منظر نگاری پر خاص توجہ دی ہے۔ بعض اوقات تو ان کا افسانہ منظر پر ہی تشکیل پاتا ہے۔ وہ منظر نگاری میں اپنی قوت مشاہدہ سے کام لے کر خوب صورت طریقے سے جزئیات نگاری بھی کرتی ہیں۔ان کے افسانوں میں سرخ اینٹوں اور سیمنٹ کے انتظار سے بنے ہوئے مکان گیلریاں درختوں سے ڈھکے ہوئے گھر ،بس کا اندرونی اور بس کے اندر سے باہر دیکھا جانے والا بیرونی منظر، کھلی راہداریاں اونچی چھتوں والے جنگلے کیری آٹے کچے راستے، کچی سڑکیں ، باغ، کھیت،ان کی پرانی تہذیب و ثقافت سے وابستگی کا اظہار کرتی ہیں۔رابعہ الربآؔ نے اپنے افسانوں میں بڑے عمدہ انداز سے منظر کشی کی ہے مثال ملاحظہ فرمائیں:

"سمیر ہمیشہ کی طرح کسی کھڑکی کی آڑ سے چوری چوری اُسے دیکھ رہا تھا۔ کبھی یہ سوچتا ان کو سمیٹوں اپنی باہوں میں، کبھی اپنی مچلتی خواہشوں سے ڈر جانا،اس کے تو سبھی موسم حیا بن چکے تھے کہیں حیا کا نام آتا تو وہ حیا سے سرخ و سفید ہونے لگتا۔ اس کے بدن میں ایک آتش بھڑک اٹھتی۔ وہ جانتا تھا کہ ایسا نہ ہو مگر...... مگر وہ بے بس تھا۔ کامل بے بسی کے سامنے وہ ہتھیار ڈال چکا تھا۔

چار سال کبھی کسی کھڑکی کے پیچھے سے، کبھی کسی بند کی عارسے، کبھی کسی دروازے سے، تو کبھی اپنی نگاہوں سے بھی چوری وہ اسے دیکھتا۔ اس کے دیکھنے کے بہانے تلاشتا۔ کبھی اس کے قریبی فرد سے کوئی کام نکال لیتا تو کبھی دُعائیں کرنے لگتا........ مگر.........مگر اس میں شاید وہ فقط عشق کی قوت سپردگی...... یا قوتِ اظہار..... تو بھلا وہ کامل عاشق......!"(۴)

ہر صاحبِ قلم کا اپنا اُسلوب ہوتا ہے اور وہی اُسلوب اس کہ پہچان بن جاتا ہے، کسی بھی شاعر یا ادیب کا اُسلوب ہی ہے جو اسے دیگر ہم عصر شعرا و ادبا سے الگ مقام تک پہنچاتا ہے۔

رابعہ کا اندازِ بیاں بالکل سادہ اور سلیس ہے۔ ان کا مشاہدہ کافی تیز ہے اور بیانیہ اُسلوب سادگی میں بھی پرکاری رکھتا ہے۔ اگرچہ ان کے افسانوں کے موضوعات اسی معاشرے کی سلگتی چنگاریاں ہیں لیکن رابعہ الربآؔ انھیں ایک آرٹ بنانے کے بجائے بڑی مشاقی سے ادب کے رسیلے اور بامعنی تہہ دار جملوں کی اوٹ میں انھیں سماج کے منہ پر دے مارتی ہیں۔اُن کی کہانیوں میں تنوّع پایا جاتا ہے اور یہ تنوّع نہ صرف موضوع کی حد تک ہے بلکہ احساس فکر اور دردمندی کی پُراُمید قندیل جلائے رکھنے پر قادر ہے۔

"تمہیں پتہ ہے جان تم بہت خوب صورت ہو۔ بہت پیاری سی، جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا ناں..... لیکن پتہ نہیں خوب صورت لڑکیوں کے مقدر کیوں اچھے نہیں ہوتے۔

اچھا پلیز بس کرو سب ہی مرد ہر عورت کی تعریف کرتے ہیں یونیورسٹی میں ہمارے ایک پروفیسر تو کہا کرتے تھے عورت بدصورت ہوتی ہی نہیں۔ بس کچھ خوبصورت ہوتی ہے کچھ کم ... ...

اچھا پلیز... ...بس کرو چھوڑو میرے ساتھ یہ دوسرے مردوں کی باتیں نہ کیا کرو مجھے اچھا نہیں لگتا صرف اپنی باتیں کیا کرو... ...صرف اپنی۔

وہ جانتا تھا عورت کو صرف باتوں سے تسخیر و مسمار کیا جا سکتا ہے اور باتیں وہ تو گفتگو کے تاج محل تعمیر کر سکتا تھا ماہر آرکیٹیکٹ تھا۔"(۵)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

رابعہ الربا اپنے افسانوں میں ہمارے کلچر کے مسائل اور تضادات پر بڑی بے باکی سے تبصرہ کرتی ہیں۔ اپنے کرداروں کے ذریعے معاشرتی اقدار کو بڑے اچھے طریقے سے اُجاگر کرتی ہیں۔ رابعہ الربا نے نہ صرف نادر تشبیہوں اور استعاروں کا استعمال کیا ہے بلکہ رات کی رانی کا انتساب حضرت یوسف علیہ السلام کے نام وضع کر کے تلمیح کا بھی استعمال کیا ہے۔ ''رات کی رانی'' اور ''جگنوؤں کے دیس'' میں کہ اکثر افسانوں میں ایسی خوب صورت تشبیہات نظر آتی ہیں جو قاری کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دیتی ہیں اور اُسے سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ اُسلوب میں مزید دلکشی اور تاثر پیدا کرنے کے لیے ضرب الامثال کا بھی بے دریغ استعمال کرتی ہیں۔

''بندر کیا جانے ادرک کا سواد

بس اسی لیے کہتا ہوں بندر نہ بنو ادرک کا سواد چکھ لو۔''(۶)

کہانی کا موضوع ایک غیر محسوس چیز ہے لہٰذا اس کی واضح تعریف ممکن نہیں۔ موضوع کو ہم کسی بھی تخلیق کی بنیاد کیا جاسکتا ہے چناں چہ اگر کہانی کی بنیاد پائیدار ہو گی تو عمارت بھی پائیدار اور مضبوط ہو گی۔ موضوع کی صداقت، حقیقت اور واقعیت خوب صورت کہانی کی تشکیل کا باعث بن سکتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کہانی اور افسانہ کا موضوع مخصوص ہوتا ہے بلکہ مصنف یا قصہ و کہانی نگار اور انسانی زندگی کے مختلف گوشوں پر نگاہ دوڑاتے ہوئے کسی تجربے، احساس، جذبہ یا واقعہ کو مشاہدے کی گرفت میں لا کر کہانی کا موضوع بنا سکتا ہے۔ ''ایک اور ایک گیارہ'' میں ہمارے معاشرے میں پائے جانے والی فرسودہ روایات کو موضوع بناتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں جہیز ایک ناسور کی شکل اختیار کر چکا ہے، بیٹی کے پیدا ہونے سے لے کر بیٹی کے جوان ہونے اور پھر اس کو اگلے گھر جانے تک والدین ایک تمام فکر میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ بیٹی کے پیدا ہوتے وقت بجائے خوشی کے والدین کو اس کے مستقبل کے لیے پریشان ہوتے دیکھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ والدین اپنی بیٹی کا گھر بنانے کے لیے اپنا سب کچھ خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے، ہر ممکنہ کوشش سے بیٹی کی خوشی کے لیے کرتے ہیں۔ رابعہ الربا بھی دوسرے مشہور افسانہ نگاروں جیسے سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی اور پریم چند وغیرہ کی طرح سماج کے اس رُخ کو مرکزی موضوع بنایا گیا ہے۔

''وہ بہت خوش تھا بیٹی کی تعلیم و تربیت کے فرائض سے فارغ ہو کر اپنا آخری فریضہ نبھانے جا رہا تھا اس کی شادی کا۔ لیکن اس نے اس فریضہ احسن کے لیے ہر ذمہ داری اپنے ذمے لے لی۔

وہ الیکٹرانکس مارکیٹ گیا جو پسند کیا تو دو جو سر زلے لیے، چاپر جو لیا تو دو لے لیے، فوڈ فیکٹری بھی دو، چولہے، واشنگ مشین، فرج، ٹی۔وی، اے سی۔ دو کی تکرار جاری رہی اس کے ساتھ جو بھی دوست ہوتا وہ حیران ہوئے بنا نہ رہتا دو۔۔۔۔؟ اگر کوئی بے چارہ پوچھ لیتا کہ یہ دو کی کیا ضرورت؟ ''(۷)

رابعہ کے ہاں انسان کے باطنی تضادات کا اظہار انسان کے بدلتے چہرے اور بہروپ، خیر اور شر انسانی وجود کے لازمی حصے، عورت اور سماج اور سیاسی رجحانات وغیرہ جیسے موضوعات ملتے ہیں۔ رابعہ الربّا نے زندگی کے ایک رُخ کو پرکھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ رنگا رنگ موضوعات کو اپنی کہانیوں کا موضوع بنایا ہے اور ہمارے معاشرے میں پائی جانے والی بے مروتی کو ظاہر کرتی ہیں۔ مثال ملاحظہ فرمائیں:

''بھا..... یہ دس روپے کا بیسن دے دے۔

اور اس نے اماں کے دیے ہوئے دس روپے آگے بڑھا دیے۔ دکاندار جسے وہ بھا کہہ رہی تھی۔ اس نے پیسے لے لیے اور ایک طرف رکھ دیے۔ دکان سے باہر پڑے بینچ پر ایک ادھیڑ عمر شخص بیٹھا سگرٹ کے کش سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ بھا نے اس کی طرف عجیب نگاہوں کی گفتگو کی کہ وہ عیارانہ مسکرا پڑا۔ بھا... جلدی کر.. مجھے جانا ہے۔ اے اج تو تو بڑی سونی لگ رہی

ہے تجھے یہ لال جوڑا، یہ گلابی چنی کس نے بنوادی ہے۔اتنے میں اس ادھیڑ عمر شخص نے اس کی چُنّی کا پلو پکڑ کر بل دینے شروع کیے۔اوئے ہوئے اس کا تو کپڑا بھی بڑا ملائم ہے اور پھر وہ آہستہ آہستہ چُنّی کو پیچھے کی طرف لے گیا کہ چُنّی اب صرف اس کے گلے اور سر کا محاصرہ کیے ہوئے تھی۔اتنے میں بھانے اسے منچلے عیار و مکار انداز میں دیکھا اور کھانے کو ایک ٹافی دی۔

”لے کھا“بیسن دیتا ہوں۔بھا کی نگاہوں کی مشین نے نازو کو برہنہ کر دیا۔اس کا لطف اس کی متکتی نگاہوں اور خشک لبوں پر زبان پھیرنے سے ہو رہا تھا۔اس ادھیڑ عمر شخص نے محسوس کیا کہ شاید وہ مایوس یا ناکام سارہ گیا ہے۔اس کو بھی دیدار ہوس نے مضطرب کیا۔کہنے لگا اے نازو! ادھر دیکھ یہ کیا ہے؟نازو اچانک حیرت زدہ مڑی تو اس شخص کی نگاہوں نے بھی اس کے آغازِ شباب کے نظری بوسے لیے۔“(۸)

رابعہ اپنی تحاریر میں زندگی کی حقیقت کو ایک نئے انداز سے بیان کر رہی ہیں۔ان کو پڑھتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اپنی کہانیوں کو کسی اور کے پردے میں بیان کر رہی ہیں۔انھوں نے اپنی تحریروں میں کلاسیکی ادیبوں کی خصوصیات سالینے کے علاوہ خود بھی اُردو افسانے کو ایک نیا رُخ اور نیا انداز دیا۔اچھے ادیب کی خوبی ہوتی ہے کہ اسے یہ علم ہوتا ہے اس کا قاری کہاں رہتا ہے۔ماحول اور معاشرے کے اس پر کیا اثرات ہیں۔جو اس کے خیالات کی بار برداری کا فریضہ اچھی طرح انجام دے سکے۔ان کی شگفتگی اور تازگی نہ صرف اپنے قارئین کو بار آور کر رہی ہے بلکہ روز بروز ان کی ادبی شہرت میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔خون،کھردری انگلیوں کہ جنبش منّ ہوس کہیں کا،کیمو فلاج، گرہیں، نظریہ ضرورت، تشنگی میں اپنے معاشرے میں پھیلی تفرقہ بازی، ناچاکی اور نفاق کو بہت خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے۔ادب اور ذرائع ابلاغ ایسا وسیلہ ہیں جو مثبت اور منفی حالات و قدار کی ترویج کا باعث بنتے ہیں۔اگر ان کے ذریعے مسائل کی اصل وجوہات کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ایک بہتر حل تلاش کر لیا جائے تو معاشرے میں فکری اور نفسیاتی سطح پر بہت اچھی تبدیلی آسکتی ہے۔ہمارا معاشرہ بیمار سے بیمار تر ہوتا جا رہا ہے جس کی بنیادی وجہ عورت اور مرد کے بنیادی حقوق و فرائض میں عدم توازن ہے۔

”مرد بھی عجیب مخلوق ہے۔اپنے مطلب کے تمام ہنر ایجاد کر لیتا ہے اور خود سے ڈرتا ہے تبھی تو اس کو چادر، چار دیواری میں مقید رکھ کر اپنی مردانگی کا لوہا منواتا ہے۔وہ جانتا ہے اگر اس کے ذہن کے گرد کھڑی دیواریں اس نے توڑ دی تو وہ مرد کو جنم دینے والی اس کے ذہن پر بھی حاکم ہو جائے گی۔چناں چہ اس نے عورت کو صرف جسم کا نام دے رکھا اور عورت نے بھی اس حقیقت کو حقیقت مان کر قبول کر لیا ہوا ہے۔“(۹)

رابعہ نے کچھ عرصہ ایک معروف غیر ملکی این جی او(NGO)کے ساتھ کام کیا تو اس سے انھیں سینکڑوں خواتین و حضرات کے انٹرویوز کرنے کا موقع بھی ملا۔دیہات، شہر، قصبے ہر طبقے کے لوگوں سے ملنے اور بات کرنے کا موقع ملا جس سے ان کی نفسیات سے بخوبی واقف ہوئیں۔اس پیشہ ورانہ کام کے دوران انھیں سوسائٹی کے ہر مرد و زن کی نفسیات کو قریب سے سمجھنے کا بہت موقع ملا۔پھر اُردو افسانہ عہدِ حاضر میں افسانہ انسائیکلوپیڈیا کے حوالے سے بھی سینکڑوں تخلیق کاروں سے ملنے اور بات کرنے کا نا صرف موقع ملا بلکہ وہ اپنی تمام تر تہذیبی شخصیت کے ساتھ اُن کے مشاہدے کے فریم میں آ گئے۔اس ضمن میں وہ ایک انٹرویو کے جواب میں کہتی ہیں:

”اک خواہش تھی کہ یہ انسائیکلوپیڈیا ہے تو اس میں میرے ملک کے ہر حصے کے ساتھ ساتھ دنیا کے ہر ملک، ہر طبقے، ہر مذہب کی نمائندگی ہو،ملک کے ان علاقوں سے بھی افسانہ نگار شامل ہوں، جہاں رسائل کی دسترس نہیں۔میں رابطے کا ایک ایسا لامتناہی سلسلہ شروع کرنا چاہتی تھی جو محبت، امن، سکون کی اپنی مثال آپ ہو۔الحمدللہ! وہ شروع ہو گیا۔کسی حد تک میری خواہش کی تکمیل بھی ہوئی، مگر ابھی تشنگی باقی ہے۔خواہش ہے کہ ملک کے دور دراز گلی گلی کوچہ کوچہ گھوم کر اور کام اکٹھا کر سکوں۔“(۱۰)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

رابعہ کے افسانے ایک انسائیکلوپیڈیا ہیں۔ جن میں ہمارے سماج کے حوالے سے ایسی روشنی موجود ہے کہ کھلی آنکھوں سے مطالعہ کرنے والوں کے ذہن و قلب منّور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ رابعہ الربا ایک عورت ہے اور ایک فنکار ہے۔ عورت ذات کے ناطے اس نے انسانی جذبات اور احساسات، انسانی فطرت وجبلّت مجبوری اور بے بسی امنگوں، نفسیاتی اُلجھنوں، جنسی مسائل، سماجی و معاشرتی روایات شوخیاں شرارتیں، بناوٹیں، تسن عداوتوں اور خباثتوں کا عمیق نظری سے مطالعہ کیا ہے اور بطور فنکار تمام جزئیات کو دلکش اور پر اثرانداز میں پیش کرنے کا ڈھنگ ان کو معلوم ہے۔ چوں کہ ہم ایک اسلامی ریاست کے رہنے والے ہیں اور اسلامی تہذیب کے پروردہ ہیں۔ ہمارا دین اسلام عورت کو عزت و عصمت کی تعلیم دیتا ہے۔

''عورت'' رابعہ کا موضوع ہے۔ معاشرے کی تکمیل میں عورت اور مرد کو یکساں مقام حاصل ہے۔ زندگی کے کسی بھی میدان میں کوئی بھی عمل ایسا نہیں جس کی تکمیل دونوں کے اشتراک کے بغیر ممکن ہو۔ باوجود اس حقیقت کے ہمارے معاشرے میں ابتدا سے ہی عورت اور مرد کے درمیان حد فاصل قائم رہی ہے۔ بیشتر معاملات میں جہاں مرد حضرات کو خصوصیت حاصل رہی، وہیں عورت کو اس کی نسبت کمتر درجہ ملا۔ عورت کا دکھ اور کرب وہ خوب سمجھتی ہیں۔ عورت کی انسانی کمزوریوں کی طرف سے اس نے آنکھیں بند نہیں کی بلکہ عورت کے ہر طرح کے نقش ہمارے سامنے لا کر ان کی تہہ میں چھپے ہوئے درد، بے چارگی، دکھ، تنہائی اور بے بسی کو نمایاں کیا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں کہتی ہیں:

> ''میرا زیادہ تر فوکس عورت کے مسائل پر ہے نسوانی کردار زیادہ ہیں میں خود ایک عورت ہوں اور ظاہر ہے عورت کی نفسیات physiology سمجھنے کا موقع زیادہ ملتا ہے۔ ان کی بنیادی مسائل ان کی نشاندہی کی ہے تاکہ سماج اس پر رحم کر کے ان کو اپنا جائز مقام دے۔ پھر چچا، اجمل کہو، اجمل....!"''(۱۱)

رابعہ کو عورت کی تمام معاشرتی اور سماجی زندگی کے درپردہ حقائق بیان کرنے میں کمال حاصل ہے وہ شفاف الفاظ میں معاشرتی ننگے حقائق ہمارے سامنے لاتی ہیں۔ ان کی کہانیاں محض شوخ، چنچل حُسن اور چڑھتے شباب کی کہانیاں نہیں ہیں۔ وہ معاشرتی اقدار اور معاشرے کی ضروریات کا بیان بھی کرتی ہیں تو اس کی بے بسی، نامرادی کو دم توڑتی اور سسکتی انسانی اقدار کا نوحہ بنا دیتی ہیں۔ وہ کمزور ذات کی بدکرداری اور کمینے پن کے ذمہ دار لوگوں کو کان سے پکڑ کر ہمارے سامنے لا کھڑا کرتی ہیں۔

> ''چچا چچا کہتے، اس کی خدمت کرنے کی ہر ممکن سعی کرتی مگر چچا نے بابر اسے صاف کہہ دیا۔
>
> نہ بھئی بابو بیٹا یہ رشتہ داریاں، یہ تعلقات سب پرانے رسم ورواج ہیں۔ اب دور بدل گیا ہے۔ کسی کو عزت دو اور کروالو۔ کوئی رشتہ، رشتہ نہیں رہا۔ اس لیے انگریزی میں سب Uncle &Aunt ہوتے ہیں۔ مگر جانو! ہماری تمہاری تو دوستی ہوگئی ہے۔ پکی والی دوستی۔ ہاں نا کرو وعدہ۔ اجمل چچا آپ بھی نہ بہت jolly ہیں۔ ہر بات کو ہنسی میں ٹال دیتے ہیں۔ زندگی اتنی آسان تھوڑی ہی ہے۔''(۱۲)

رابعہ الربّا کے افسانوں کی خصوصیت سماجی حقیقت نگاری ہے۔ انھوں نے پنجاب کے ماحول اور معاشرے میں عورت کی حیثیت کو بخوبی پیش کیا ہے۔ خاص کر دیہات کی خواتین کے مسائل کو بڑے دردمندانہ اور فن کارانہ طور پر پیش کیا ہے۔ ان کے افسانوں میں خالصتاً نسوانی لحن کی بنیاد کا شدید جذبہ ہے۔ جس کی مثالیں عورت، دیو کی بیٹی، سویٹ ہارٹ، روح کا سفر، گرہیں، رات کی رانی، دوپٹہ، واہ رے ماں، پپی ہیں۔ رابعہ الربّا نے اپنے افسانوں میں طبقۂ نسواں کے حروف کو مختلف زاویہ نظر سے پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

رابعہ نے اس سماج پر طنز کیا ہے جس کی اقتصادی تنگ دستی سے عورتیں عصمت فروشی اور خودکشی پر مجبور ہو گئی ہیں۔ ان کے افسانوں میں مرد اور عورت کے رشتوں کی نفسیات کی عکاسی ہی نہیں بلکہ خاندان رشتوں کی محبت معصومیت کی عکاسی بھی ہے۔ مثال ملاحظہ فرمائیں:

''وہ کسی کی ماں تھی نہ اس کی کوئی اولاد تھی مگر درختوں والی گلی میں اس کی ممتا کے قصوں سے پھول کھلے ہوئے ہیں۔۔عورت کا بس ایک ہی روپ ہوتا ہے اور وہ ماں کا ہے۔کامیاب عورت ہر رشتے کو ماں بن کر نبھاتی ہے اور جیت جاتی ہے یہ فتح نظر نہیں آتی بلکہ مہکتی ہے۔۔۔۔ بیٹا عورت تھک جاتی ہے ماں نہیں تھکتی۔''(۱۳)

ہمارے معاشرے میں ماں ایک لیبل ہے،ایک ڈیوٹی ہے،ایک سروس سینٹر کا نام ہے۔جسے بحیثیت عورت ایک آزاد تشخص حاصل نہیں۔رابعہ نے اپنے مذکورہ افسانے میں ماں اور ممتا کے مقدس چہرے سے اس گوبر کو صاف کرنے کی کوشش کی ہے اور ایک زندہ، متحرک اور حرارت سے بھرپور وجود کی حیثیت کو متعارف کروایا ہے۔ماں اپنے فرائض کی انجام دہی کا نام نہیں بلکہ سراپا قربانی،انکسار اور محبت کا پیکر ہے۔جس کی ممتا کا دائرہ ان ماؤں سے کہیں زیادہ وسیع ہے ٹی وی ڈراموں اور فلموں سے لے کر ناولوں اور افسانوں میں مبحوس نظر آتی ہیں۔رابعہ لکھتی ہیں

''وہ کسی کی ماں تھی نہ اس کی کوئی اولاد تھی مگر درختوں والی گلی میں اس کی ممتا کے قصوں سے پھول کھلے ہوئے ہیں۔۔عورت کا بس ایک ہی روپ ہوتا ہے اور وہ ماں کا ہے۔کامیاب عورت ہر رشتے کو ماں بن کر نبھاتی ہے اور جیت جاتی ہے یہ فتح نظر نہیں آتی بلکہ مہکتی ہے۔۔۔۔

بیٹا عورت تھک جاتی ہے ماں نہیں تھکتی۔''(۱۴)

ہمارے سماج میں پائے جانے والے ظلم وستم،عورت کی بے بسی، مجبوری،خاموش مزاجی،جانوروں سے بدتر سلوک جیسے واقعات کو رابعہ الربا نے افسانہ ''منحوس کہیں کا''میں بے نقاب کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ان کا خیال ہے کہ اس کائنات میں جتنے بھی انسان ہیں اتنے ہی سچ ہیں اور اتنی ہی کہانیاں ہیں۔اتنے ہی سوال ہیں اتنے ہی کلیے ہیں،اتنے ہی نتائج ہیں۔اگر انسان اس حقیقت کو پالے تو بہت سی خامیوں سے بچ کر پرسکون ماحول پاسکتا ہے ہر سوال ایک ہی کلیے سے حل نہیں ہو سکتا اور نیا کلیہ لگانے سے نتیجہ بھی ایک جیسا نہیں مل سکتا۔

ہمارے سماج میں بھاری جہیز جیسی فرسودہ روایات اور اقدار پروان چڑھتی جارہی ہیں۔افسانہ ایک اور ایک گیارہ میں رابعہ الربا نے ہماری توجہ سماج کی اس فرسودہ روایت کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی ہے کہ ہمارے معاشرے میں جہیز ایک ناسور کی شکل اختیار کر چکا ہے بیٹی کے پیدا ہونے کی جہاں خوشی ہوتی ہے تو دوسری طرف ایک فکرناک کی طرح والدین کے دل ودماغ کو ڈستی رہتی ہے۔والدین اس کے مستقبل کے لیے پریشان ہوتے ہیں اس افسانے میں دوسرے مشہور افسانہ نگاروں جیسے سعادت حسن منٹو،عصمت چغتائی،پریم چند،احمد ندیم قاسمی وغیرہ کی طرح رابعہ الربا بھی سماج کے اس گورکھ دھندے کو موضوع بنایا ہے اور حقیقت واضح کی ہے کہ اولاد کے فرائض اور والدین کی مجبوریاں کس قدر والدین کے پاؤں کی بیڑیاں بن جاتی ہیں۔ڈاکٹر محمد کامران لکھتے ہیں:

''رابعہ الربا کے افسانے سنگ باری کے موسم کی کہانیاں ہیں۔جن کی زد میں آکر ہمارا اجتماعی خمیر لہورنگ ہو جاتا ہے اور ہماری منافقتوں کا آئینہ چکنا چور ہو جاتا ہے۔''(۱۵)

رابعہ الربآ کے افسانوں میں محبت کے موضوع کے حوالے سے نفاست اور وضع داری موجود ہے۔وہ محبت کو موضوع بناتے ہوئے ایسے واقعات وحالات سامنے لائی ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔انھوں نے اپنے افسانوں میں محبت کا المناک انجام دیکھایا ہے۔''کبالہ'' یک بوسہ شیریں،''بگھوڑی'' سرد مزاج عورتوں کے حق میں مکالمہ اور جمال زیست''محبت کے موضوع پر نمائندہ افسانے قرار دیے جا سکتے ہیں۔ان کے افسانوں میں فنی صداقت وخلوص ملتا ہے لیکن ایک بات جو ان کے افسانوں کو نقطہء عروج کی منزل سے ہمکنار کرتی ہے۔وہ ان کا رومانی انداز فکر اور واقعات کی کیفیت اور ترتیب اور ادبی حسن ہے۔رابعہ زندگی کی ہر حقیقت میں کوئی نہ کوئی حسن تلاش کرتی ہیں۔ان کے افسانوں میں درد کی کسک یا کسی احساس کے چبھن بھی انھی رومانی افسانہ نگاروں کے قریب کر دیتی ہے کیوں کہ یہ کیفیت انھیں ماضی کی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

یادوں کی طرف لے جاتی ہے۔ایک ایسا زمانہ جب زندگی کے تمام دکھ سکھ سانجھے تھے۔جذبے جوان اور محبتیں بے لوث تھیں۔یہ محبتیں معصوم اور بے پایاں ہوتی تھیں۔لکھتی ہیں:

''تم میری محبت ہو اور میں اس کو تقسیم نہیں کرنا چاہتی۔''(۱۶)

ان کے افسانوں میں انھی جذبوں اور چاہتوں کا کہیں برملا اور کہیں بین السطور ذکر ملتا ہے۔رابعہ الربا کے افسانوں میں فطرت سے محبت کا عکس اور ماضی پرستی اور ان کی رومان پسند طبیعت کی غمازی کرتا ہے رابعہ الربا کے افسانوں کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد قاری اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ رابعہ کے خیال میں محبت کے دو حصے ہیں پہلا رومان دوسرا جنسی فعل عورت رومان کے بنا کبھی دل سے جنسی فعل کے لیے آمادہ نہیں ہوتی اور عورت وقت چاہتی ہے، باتیں کرنا چاہتی ہے۔موسموں کو اپنے پارٹنر کے ساتھ انجوائے کرنا چاہتی ہے۔اس کے ساتھ چائے کافی پینا چاہتی ہے۔وہ اس کے ہاتھوں سے کھانے کے چند لقمے کھانا چاہتی ہے۔اس کے ساتھ میچ، فلم ٹی وی دیکھنا چاہتی ہے۔یہ سب اس کا رومانس ہے۔افسانہ حدت جو کہ ایک رومانی، تجریدی افسانہ اور کثیر الجہت افسانہ ہے رابعہ کے ہاں بعض اوقات افسانویت اور فلسفہ اتنا در اتا ہے کہ کہانی طے در طے جہتوں میں تقسیم ہو جاتی ہے مصنفہ نے اس افسانے میں عورت کی صورت اور سیرت کی خوب عکاسی کی ہے۔حسینہ خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خوب سیرت اور پاک دامن لڑکی ہے۔وہ صاف، بے لوث محبت کی قائل ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

''بڑے دریا دیر سے چڑھتے ہیں اور دور تک چلتے ہیں، گہرے کنوؤں سے پیاس بجھانے گہرائی تک جانا پڑتا ہے۔''(۱۷)

رابعہ الربا نے خاص کر ان موضوعات کو اپنے افسانوں میں جگہ دی ہے جن پر دیگر افسانہ نگاروں نے بہت کم لکھا ہے۔افسانوں میں قاری کی توجہ اس طرح مبذول کراتی نظر آتی ہیں کہ سماج میں عورت کو وہ باعزت مقام دینا چاہیے جو اس کا حق بنتا ہے اور اسلام نے جو حکم فرمایا ہے۔تب معاشرہ ترقی اور امن کی شاہراہ پر گامزن ہو سکتا ہے ان کے افسانوں میں موضوعات اور مواد ہمارے ارد گرد ماحول معاشرے اور سماج سے کشید کردہ ہیں۔ان کے متعدد افسانوں میں کرداروں کی خواہش محبت مرد کا منصفانہ رویہ عورت کی شرافت قبر اور خاموشی پردے کی اہمیت عورت کے گلے شکوے دور جدید میں میڈیا اور موبائل کہ کثرت استعمال اور معاشرے میں اس سے پیدا ہونے والے مسائل و مشکلات اور برائیاں اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اثرات واضح کرتی ہیں ایسے موضوعات کو مختلف کرداروں کی بدولت افسانوی رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ڈاکٹر ارم نقوی لکھتی ہیں:

''مجھے رابعہ الربا کی تحریروں نے بہت متاثر کیا رابعہ کیا۔ ہر تحریر بہت پر تاثیر ہے اور گواہی دیتی ہے کہ ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ خصوصاً تصوف کے میدان میں۔ میرا علم اس میدان میں اگرچہ اتنا وسیع و کشادہ نہیں تھا تاہم مجھے اس موضوع پر جب بھی پڑھنے کو ملا ہے شوق سے پڑھتی ہوں۔''(۱۸)

موت ایک عالمگیر حقیقت ہے۔اس نے کسی کو بھی فرار حاصل نہیں۔انبیاء اور رسل بھی اس کا ذائقہ چکھا ہے اور ہم سب نے بھی چکھنا ہے۔یہ دنیا عارضی ہے موت کا وقت مقرر ہے چاہیے کوئی نوابی زندگی گزارے یا غربت میں۔۔وقت انتظار نہیں کرتا۔رابعہ اپنے افسانوں میں اسی عارضی پن کو موضوع بناتی ہیں۔گھر سے باہر نکلنے والوں کو یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ وہ دوبارہ گھر میں داخل بھی ہو سکتے ہیں یا نہیں۔سفر پر نکلنے والوں کو معلوم نہیں کہ وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچیں گے یا نہیں۔اب زندگی ہے اگلے پل میں موت ہے۔انسان کو اپنے اگلے لمحے کا علم نہیں۔اسی حقیقت کو رابعہ اپنے افسانوں میں بیان کرتی ہیں۔

موت کے کرب ناک لمحوں کو افسانہ پیار کا آخری لمحہ میں اپنے والد صاحب کی موت کو بیان کرتی ہیں اور اس دردناک واقعہ کو ایک ادبی صورت میں پیش کر کے اپنے غم میں قاری کو بھی ہم نوا بنا لیتی ہیں۔ لکھتی ہیں: پھر ٹھیک آٹھ گھنٹے بعد میں نے ان کو سفید لباس میں اللہ حافظ کہا اور وہ اپنے گھر چلے گئے میں نے اُن سے دل میں ہی کہا'' ابو جی جائیے آپ کی امی آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ آپ کے ابو اور بھائی آپ کو لینے آئے ہیں مگر اب میرا انتظار کرنے والا کوئی نہیں رہا۔'' وہ پیار کا آخری لمس اور لمحہ تھا جو وہ مجھ میں چھوڑ گئے تھے۔صبر شاید آ جاتا ہو مگر جدائی کا قرب ہمیشہ ڈستا رہتا ہے۔یہ خلا کبھی نہیں بھرتا وہ مجھ پہ اتنے بھید کھول گئے ہیں کہ سینکڑوں کتابیں بھی پڑھ لیتی تو سمجھ نہ آتی۔

"زندگی بہت بڑا بھید ہے مگر موت سے بڑا نہیں۔"

رابعہ کے افسانوں کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے موجودہ دور کی منتشر زندگی کے مقابل میں ایک ایسی آئیڈیل زندگی تصور پیش کیا ہے جس میں عورت اور مرد مل کر زندگی کو پھولوں کی سیج بنا سکتے ہیں۔ان کے افسانوں کی فضا رومانی اور تخیلی ہے۔ان کے ہاں عمومی رویہ ایک رومانی ادیب ہی کا ملتا ہے۔ان کے افسانوں میں چند مخصوص کردار بار بار آتے ہیں۔ جو کہ نسوانیت کے عکاس ہیں۔ رابعہ کے افسانوں میں تکنیک کے تجربات بھی دکھائی دیتے ہیں کہیں کہیں افسانہ گتھے ہوئے پلاٹ کے ساتھ لکھا گیا ہے، کہیں فینٹیسی کا انداز اپنایا گیا ہے، کہیں ایک دو نمایاں کرداروں کے ارد گرد واقعات کا تانا بانہ تیار کیا گیا ہے۔ کہیں فضا بندی نمایاں ہوئی تو کہیں انشائیہ کے عناصر جلوہ گر ہوئے کہیں آپ بیتی کا رنگ شامل کیا گیا ہے تو کہیں آغاز و انجام میں ہی ڈرامائیت کا عنصر پایا جاتا ہے۔ متعدد کہانیوں میں عورت کو کہانی کا بنیادی موضوع بناتی ہیں۔ عورت کی ذہنی کشمکش اس کے استحصال اور مرد و عورت کے ناروا سلوک کو بیان کرتی ہیں۔ مردانہ جبریت کے حوالے سے عورت کے استحصال کی تصویر کشی کرتی نظر آتی ہیں۔ حالانکہ عورت کے وجود کے بغیر تو کائنات کا حسن ہی ادھورا ہے۔

نیاز فتح پوری ''کیوپڈ اور سائیکی ''کی تمہید میں عورت کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''مجھے حیرت ہوتی ہے کہ عورت اور اس کے ذکر کو نکال دینے کے بعد آپ کے پاس رہ ہی کیا جائے گا۔ کائنات میں کون سی دوسری چیز ایسی ہے جس سے آپ اس کی رونق کو قائم رکھ سکیں گے۔''(۱۹)

حوالہ جات

۱۔ جیا انجم

۲۔ رابعہ الربا، جگنوؤں کے دیس میں، فکشن ہاؤس، لاہور، ص: ۶۳

۳۔ ایضاً: ۸۵

۴۔ رابعہ الربا، رات کی رانی، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص: ۶۴

۵۔ رابعہ الربا، جگنوؤں کے دیس میں، ص: ۴۴

۶۔ ایضاً، ص: ۱۰۶

۷۔ رابعہ الربا، رات کی رانی، ص: ۸۴

۸۔ ایضاً، ص: ۱۱۶

۹۔ ایضاً، ص: ۱۰۹

۱۰۔ ادب نامہ

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ رابعہ الربا، جگنوؤں کے دیس میں ،ص:۶۳

۱۳۔ ایضاً،ص:۷۵

۱۴۔ ایضاً،ص:۸۳

۱۵۔ ڈاکٹر محمد کامران،پروفیسر شعبہ زبان وادبیات،اورئینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی،لاہور

۱۶۔ رابعہ الربا، جگنوں کودیس میں ،ص:۱۲۸

۱۷۔ رابعہ الربا، جگنوکے دیس میں،ص:۶۴

۱۸۔ ڈاکٹرارم نقوی،انٹرویو

۱۹۔ نیاز فتح پوری،نگارستان،نگار بک ایجنسی،لکھنو،۱۹۴۴ء،ص:۱۸